ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور

آخرت کا خوف

جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر وقت آخرت کا خوف دامنگیر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے فرمایا، ابو موسیٰ! کیا تم اتنے پر راضی نہیں ہو کہ ہم لوگ جو اسلام لائے، گھر بار چھوڑ کر ہجرت اختیار کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر جگہ موجود رہے اس کا صلہ ہمیں اتنا ہی مل جائے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں نہ ہمیں عذاب ملے نہ ثواب؟ —— حضرت ابو موسیٰ کہنے لگے۔ نہیں، میں تو اتنے پر ہرگز راضی نہیں ہم نے بہت نیکیاں کی ہیں ہمیں تو بہت کچھ امید ہے۔ حضرت عمر رضؓ کا دل بھر آیا اور فرمایا —— "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عمر رضؓ کی جان ہے میں تو اس قدر چاہتا ہوں کہ ہمیں پکڑا نہ جائے بے مواخذہ چھوٹ جائیں —— جناب امیر المومنین رضؓ زندگی کے آخری لمحات میں یہ شعر پڑھتے رہے ؎

ظَلُومٌ لِنَفْسِیْ غَیْرَ اَنِّیْ مُسْلِمٌ　　اُصَلِّی الصَّلٰوۃَ کُلَّہَا وَاَصُوْمُ

ترجمہ: میں نے اپنی جان پر ظلم کئے ہیں، بس! اتنا ہے کہ مسلمان ہوں نمازیں پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں۔

؎ غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بیزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا

۱۵ فروری ۱۹۸۵ء
مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان
ہدیہ ۲/- روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ندیم احمد القاسمی

عن ابی ھریرۃ و ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہما انہما شہدا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لایقعد قوم یذکرون اللہ عز وجل الاحفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینہ وذکرھم اللہ فیمن عندہ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں اس بات پر گواہی دیتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب بھی کوئی قوم اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے تو فرشتے ان پر سایہ کر دیتے ہیں اور رحمت انہیں چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے۔ اور ان پر سکینۃ نازل ہونے لگتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بذاتِ خود ان کا ذکر اپنی مجلس میں کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امّت کو کثرت ذکر الٰہی کی جانب رغبت دلائی ہے اور ساتھ ساتھ ذکر کی فضیلت کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ اس کے نتیجے میں ملائکہ سے قرب حاصل ہو گا اور ان کی صحبت نصیب ہو گی۔ چنانچہ صحبت صالح ترا صالح کند کے نظریے کے تحت تمہارے اندر بھی ملائکہ والی صفات آئیں گی۔ جس کی وجہ سے تم مقربین میں شمار کئے جاؤ گے۔ اور سب سے بڑا اکرام جو اس ذکر الٰہی سے حاصل ہوگا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بھی تمہیں اپنی مجلس میں یاد کریں گے۔

قرآن کے اندر ہے۔

فاذکرونی اذکرکم۔

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

مقصد یہ ہے کہ ذکر الٰہی سے خدا تمہیں یاد رکھے گا اور جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔

حاصل حدیث: ذکر الٰہی کے ذریعہ دنیا کے تمام مصائب و آلام سے نجات نصیب ہو گی۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا وما ریاض الجنۃ؟ قال حلق الذکر (ترمذی)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گذرو تو تھوڑا سا چر لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا جنّت کے باغات سے کیا مراد ہے حضور ؐ نے فرمایا کہ حلقۂ ذکر!

تشریح: حدیث کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کے حلقہ کو جنّت کے باغ سے تشبیہ دی ہے۔ جس سے ذکر کی اہمیت اور فضیلت واضح ہوتی ہے اور پھر فرمایا کہ جب بھی تم اس باغ سے گذرو تو تھوڑا سا چر لیا کرو

حاصل حدیث: حلقۂ ذاکرین سے کنارہ کشی جنت سے اعراض کے مترادف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۳۲

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

۲۵ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ

نقطۂ نظر

علماء کا لائق تحسین کردار

علماء حق کی نمائندہ تنظیم کالعدم جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی قیادت کا اجلاس ۶ر فروری کو مرکز اہلِ حق مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت کالعدم جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور نے فرمائی۔ دین کا درد رکھنے والے باشعور پاکستانی مسلمان کے لئے یہ امر باعث صد مسرّت اور ملک کی دینی قوتوں کے لئے ذریعہ تقویت ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کے دو دھڑوں میں منقسم ہو جانے سے پاکستان میں اہل حق کو جو زخم لگا تھا ۱۳ر اور ۱۴ جنوری اور پھر ۶ر فروری کے حالیہ اجلاسوں کے بعد اس کے مندمل ہونے کے آثار پیدا ہو گئے ہیں اور دشمنانِ دین و ملّت نے اہل حق کی صفوں میں اختلاف و انتشار کی فضا پیدا ہونے کے بعد جو "سہانے سپنے" دیکھے تھے وہ شرمندۂ تعبیر بد ہوتے ہوتے رہ گئے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ علماء حق نے باہمی اختلافات کو مل بیٹھ کر افہام و تفہیم سے دور کرنے کی جو مثال قائم کی ہے پوری ملتِ اسلامیہ اپنے تمام باہمی مسائل و مناقشات کو حل کرنے میں ان کی پیروی کرے۔ کالعدم جمعیۃ علماء اسلام نے اپنے ۶ر فروری کے

ناشر: مولانا عبید اللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف آف پلندری آزاد کشمیر کی مساعی جمیلہ کا شکریہ ادا کیا — واضح رہے کہ جانشین شیخ الاسلام مولانا سید اسعد مدنی نے مولانا محمد یوسف کو فَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِہِمَا کی تعمیل کرتے ہوئے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروانے کا فرض سونپا تھا جسے انہوں نے بطریق احسن انجام دیا۔ جمعیۃ علماء اسلام نے موجودہ عام انتخابات میں جماعتی طور پر حصہ لینے یا انتخابات کی مخالفت کے لئے ایم۔آر۔ڈی میں شامل ہونے کا فیصلہ ۶ر فروری کے اجلاس میں بھی نہیں کیا۔ اس لئے کالعدم جمعیۃ کے جو ارکان موجودہ انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں یا جو حضرات ایم۔آر۔ڈی کی حمایت میں انتخابات کی مخالفت کر رہے ہیں یہ ان سب کا ذاتی عمل ہے مگر امیر جمعیۃ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور نے ایک بیان میں واضح طور پر کہا ہے کہ جب انتخابات ہو رہے ہیں تو پھر ان میں اچھے لوگوں کی حمایت کر کے انہیں کامیاب کرانے کی کوشش کیوں نہ کی جائے اور ۷ر فروری کو مجلس ذکر کے بعد جامع مسجد شیرانوالہ میں دورانِ خطاب آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر موجودہ انتخابات میں مفاد پرست اور ناپسندیدہ عناصر ہی منتخب ہوئے انہیں روکنے ٹوکنے والوں کو کامیابی نہ ہوئی تو اس سے ملک و ملّت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ ایک ماہ بعد ۴ر مارچ کو ملک کے جلیل القدر مفتیان کرام کے موصولہ فتاوٰی کی روشنی میں کالعدم جمعیۃ علماء اسلام ایم۔آر۔ڈی کے بارے میں اپنی آئندہ پالیسی طے کرے گی۔ کالعدم جمعیۃ نے اپنے اجلاس میں جمعیۃ کی مرکزی مجلس شورٰی کے رکن اور مجسمہ علم و عمل حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ اور سجادہ نشین پنیالہ مولانا محمد احمد صاحب کے سانحہ ہائے ارتحال پر اظہار رنج و غم کرتے ہوئے ان حضرات کی دینی و روحانی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہر دو بزرگوں کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین! —— ہمیں توقع ہے ۴ر مارچ کے اجلاس میں علماء کرام مستقبل کا لائحہ عمل طے کر لیں گے۔ ان کا مدبّرانہ اتحاد مستقبل کے سیاسی خاکے کو اپنی سوچ کے مطابق مرتب کرنے کی قوت حاصل کر کے ملّت کی توقعات پر پورا اترے گا۔

معاصر المنبر کا کرب

فیصل آباد سے ہمارے ایک بزرگ نے المنبر کے ایک گذشتہ شمارے کے ادارتی نوٹ کے اقتباس کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی ہے جس میں انتہائی "انتہائی کرب انگیز" کیفیت کے باعث برصغیر بلکہ عالمی سطح کی عظیم اسلامی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے منسوب و متصل عظیم تر عالمی دینی روحانی شخصیت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے پاک دامن پر ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی ایک دینی خدمت سے بغض کھا کر گندگی کے کچھ چھینٹے پھینکنے کی کوشش کی گئی ہے۔ المنبر کو دکھ یہ ہے کہ مولانا سید اسعد مدنی نے کالعدم جمعیۃ علماء اسلام کو متحد کرنے کی مساعی جمیلہ انجام کیوں دیں؟ معاصر المنبر نے "قابل اعتماد روایات" کے حوالے سے مولانا مدنی اور ان کے عقیدتمندوں پر جن میں ہزاروں

(باقی ۱۱ پر)

باہمی انتشار نے بہت سی قوموں اور جماعتوں کو
** صفحۂ ہستی سے مٹا دیا **

اتحاد رحمت ہے اور انتشار عذاب ہے!

دو مسلمانوں میں اختلاف ہو جائے تو دوسرے مسلمان
** اپنے بھائیوں میں صلح کرائیں **

مجلس ذکر

مرتب: عبدالرشید انصاری

امام الہدیٰ وارث اسلاف مرشد حق حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کے ارشادات

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ہ

بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے بھائیوں میں صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرات گرامی! اس آیت کریمہ میں عالمگیر اسلامی بھائی چارے اور اخوۃ اسلامی کا بیان ہے۔ تمام انسانوں کی شکلیں اور صورتیں جیسے جدا جدا ہیں ایسے ہی ان کے دماغ بھی الگ الگ ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی ایک معاملہ پر دنیا بھر کے اربوں انسانوں کی سوچ اور رائے الگ الگ ہو جائے مگر یہ احسن الخالقین کی قدرت و سلطنت کا معجز نما نظام ہے۔ کہ اس نے نسل انسانی کے مفادات و منافع کو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا ہے اسی لئے انسانی معاشرے میں اجتماعیت کو جس قدر فروغ حاصل ہو گا اسی قدر نسل انسانی کے افراد کو آسانیاں حاصل ہوں گی۔ ان کی ضروریات اور مسائل کا مداوا ہو گا۔ لیکن اس کے برعکس خودسری، انانیت اور خود پرستی جیسے جیسے بڑھے گی۔ ایسے ایسے ہی مسائل پیدا ہوں گے۔ ضرورتوں کی تکمیل نہیں ہوں گی۔ بدامنی اور بے چینی میں اضافہ ہوتا چلا جائیگا وہ برتن جس میں ہم پیتے ہیں' وہ کنگھی جس سے ہم بال سنوارتے ہیں'

وہ سوئی جس سے دو ٹانکے لگا کر پھٹا ہوا کپڑا سی لیا جاتا ہے ذرا غور تو کریں کتنے انسانوں کی سوچ اور محنت کے بعد وہ بنی ہیں اور ان کے ذریعہ ہم اپنی ضرورت پوری کرنے کے قابل ہوئے ہیں "بندہ بندے دا دارو"۔ ایک انسان دوسرے انسان کی دوا اور اس کے مسائل حل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے یہ تو ایک فطری امر ہے اس سے انکار اور اس

ایک قوم فکر اور سوچ کی مختلف راہوں پر چل پڑی تھی اس کے متعدد گروہ باہمی بغض و عناد کے باعث گروہی اور ذاتی مفادات کے لئے سرگرم عمل ہو گئے تو پاکستان ٹوٹ گیا

حقیقت سے فرار ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص پورے انسانی معاشرے سے الگ تھلگ رہ کر اپنی تمام ضرورتیں پوری کرے اور ضرورت کی تمام چیزیں بغیر کسی کے تعاون کے خود تیار کرے۔ ادیان باطلہ اور لادینی نظاموں میں صرف اسی حقیقت کے آگے سرخم کیا جاتا ہے۔ اس سے اگلا قدم اٹھانے کی کسی کو ہمت اور توفیق نہیں۔ یہ شرف صرف دین اسلام کو حاصل ہے کہ وہ اپنے پیروؤں سے کہتا ہے کہ تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو اپنے ذاتی اور اجتماعی مسائل کے بارے اپنی سوچوں کے زاویے اور فکروں کے سانچے بھی ایک جیسے بنا لو تاکہ تم حقیقتاً ملتِ واحدہ کجسدِ واحدِ بن جاؤ۔ پھر تمہارا قلعہ ہر باطل کے لئے ناقابل تسخیر بن سکے گا۔

میں نے عرض کیا کہ تمام انسانوں کی شکلوں کی طرح ان کے دماغ بھی جدا جدا ہیں اس لئے کسی بھی مسئلے میں اختلاف رائے کا پیدا ہونا تو ضروری اور لابدی امر ہے، کوئی بھی کام کرنے کے متعدد طریقے ہو سکتے ہیں۔ کسی درپیش مسئلہ کو حل کرنے میں آراء کا مختلف ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں لیکن یہ اختلاف عناد پر مبنی نہ ہو، اس کی بنیاد خلوص پر ہو تو پھر یہ اختلاف باعث رحمت ہے اور اگر خدانخواستہ نیتوں میں فساد ہو، دماغوں میں فتور ہو، اپنی رائے کا مقصد دوسروں کو ذلیل کرنا اور اپنا تفوق و تسلط قائم کرنا یا محض اپنی واہ واہ اور زندہ باد کے نعرے لگوانا مقصود ہو تو پھر یہ اختلاف باعث رحمت نہیں باعث عذاب بن جایا کرتا ہے۔ جہاں انسانیت ہیں ہمیشہ سے اسی قانون قدرت کی حکمرانی اور کارفرمائی جاری ہے اور تا قیامت رہے گی۔ بیشمار قومیں اور ملتیں اسی لئے تباہ و برباد ہوئیں کہ انہوں نے بغض و عناد اور انتشار و افتراق کی راہ اختیار کی پھر وہ دشمن کے لئے ترنوالہ بن گئیں ان کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔

ابھی کل کی بات ہے خود ہمارے ساتھ کیا ہوا، یہ مشرقی پاکستان جو بنگلہ دیش بن گیا، کیسے بن گیا، پاکستان کیوں نہ رہا، صرف اس لئے کہ ایک قوم فکر اور سوچ کی مختلف راہوں پر چل پڑی۔ اس کے متعدد گروہ ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد اور گروہی بلکہ انفرادی مفادات کے لئے اجتماعی مفادات کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ دشمن نے اس صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پاکستان ٹوٹ گیا۔

آج عراق اور ایران میں جنگ کیوں ہو رہی ہے۔ ہزار کوششوں کے باوجود یہ آگ اور خون کا سیلاب تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ محض اس لئے کہ اختلاف کی بنیاد اخلاص پر نہیں عناد اور مفادات پر ہے۔ ہمارے ملک میں ہماری جماعتوں اور مکاتب فکر میں اختلافات روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ ہر فرد اور ہر طبقہ اپنی ہی رائے اور فکر کو درست سمجھ کر اسے دوسروں پر زبردستی مسلط کر دینے اور دوسروں کو ذلیل و رسوا کر کے ان پر اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ ہٹ دھرمی گروہی اور ذاتی مفادات اور محلاتی سازشوں نے بڑی بڑی جماعتوں کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ ہم اور آپ کس کھیت کی مولی ہیں — اختلاف رائے کوئی بری بات نہیں اختلاف ہو جاتا ہے لیکن جب اختلاف کے نتیجہ میں ایک ہی گھر کے افراد ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں تو نقصان تو ہو گا۔ یہ کیسے صحیح ہے کہ جڑوں پر کلہاڑا بھی چلایا جائے اور درخت کے بسلامت کھڑا رہنے کی توقع بھی رکھی جائے

اللہ تعالٰی اس ملک پر اور ہم پر رحم فرمائے اور ہماری صفوں میں اللہ تعالٰی اتحاد و اخلاص کی فراوانی عطا فرمائے۔ خصوصاً دین کا کام کرنے والے عناصر کو اللہ تعالٰی انتشار و اختلاف سے بچائے رکھے کیونکہ یہ باقیماندہ پاکستان بھی محض اللہ تعالٰی کے فضل سے قائم و دائم ہے۔ اگر دینی قوتوں نے متحد ہو کر اپنا ملی فریضہ ادا نہ کیا تو مستقبل میں اس کے اثرات بڑے خوفناک ہوں گے۔ دین کا کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ لادینی قوتوں کی فریب کاریوں کا شکار ہو کر ان کے لئے ممد و معاون ثابت ہونے سے بچیں — اپنی قوت، اپنی تنظیم پیدا کر کے صرف اللہ پر توکل کرتے ہوئے جد و جہد کریں اور قوم کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ ادا کریں۔

اللہ تعالٰی ہم سب کو حق کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بہرحال اللہ تعالٰی کا حکم یہی ہے کہ چونکہ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے اگر ان میں اختلاف اور لڑائی ہو جائے تو تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو یہی تمہارے لئے کامیابی اور فلاح کا راستہ ہے۔ مگر اب تو کہیں کوئی اختلاف ہو جائے تو دوسرے لوگ اسے ہوا دیتے ہیں تاکہ چنگاری شعلہ بن جائے اور گھر جلنے لگے تو وہ اسے لُوٹ لیں۔ اس لئے گھر والوں کو اپنے گھر کی خود ہی فکر کرنی چاہئے۔ بسا اوقات گھر کے چراغ ہی گھر کو جلا دیا کرتے ہیں۔

بقیہ : بچوں کا صفحہ

کہا کہ اسے الماری میں رکھ آؤ منیر آم الماری میں رکھ آیا۔ چوتھے دن دیکھے تو سب آم خراب ہو گئے تھے۔ باپ نے کہا بیٹا جس طرح سے ایک آم نے تمام آموں کا ستیا ناس کر دیا اسی طرح ایک برا آدمی بھی دوسرے نیک آدمیوں کو خراب کر دیتا ہے۔ منیر پر اس نصیحت کا بڑا اثر ہوا اور اس نے برے لڑکوں کی دوستی سے توبہ کر لی۔ بچو ہمیں بھی اسی طرح سے برے لڑکوں کی دوستی سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لینی چاہئے اللہ تعالٰی ہمیں اس کی توفیق دے۔ (آمین)

خطبہ جمعہ

مرتب
عبدالرشید انصاری

انانیت اور تکبر
چھوڑ کر
رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ کو
مشعلِ راہ بناؤ

> جو شخص اپنے دوستوں اور بزرگوں کے احترام میں اپنی ضد نہیں بدل سکتا وہ دنیا کو کیسے بدلے گا!

غیروں کے دست و بازو بننے کے بجائے اپنوں کے لئے شیر و شکر ہو جاؤ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

حضرات محترم! خدائے بزرگ و برتر نے قوموں، ملتوں اور جماعتوں کے عروج و زوال کے لیے بھی اپنی قدرت کے کچھ ضابطے مقرر کر رکھے ہیں۔ جن میں درحقیقت قوموں اور جماعتوں پر ہی یہ امر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ جیسی راہ چاہیں اختیار کر لیں۔ ترقی اور تنزلی کی دونوں راہوں کے دروازے سامنے کھلے ہیں جس میں چاہیں داخل ہو جائیں اس لیے جو افراد و عناصر چاہتے ہوں کہ وہ ذلت و ادبار محکومی و مظلومی سے نکلیں اور نجات پائیں ان کا فرض ہے کہ اپنی قوم اور اپنی جماعت کو اس قابل بنائیں کہ وہ فلاح و کامرانی، آزادی اور بالادستی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ اور جب کوئی قوم یا جماعت عظیم تر مقاصد کے لیے اپنی صفوں میں کامل اتحاد پیدا کر کے جدوجہد اور قربانی کے میدان میں اتر آئے تو پھر خدائے غیور احکم الحاکمین ان کی مدد کرتے ہیں اور اس قوم کے دن پھر جاتے ہیں۔ مگر جو قوم اپنی صفوں میں انتشار مٹا کر اتحاد قائم نہ کر سکے اس کے افراد جماعتی اور قومی مقاصد کی بجائے ذاتی اور انفرادی وقار و مفاد ہی کو اپنا مطمع نظر بنائے رکھیں اور اپنے ہی بھائیوں اور رفقاء کے لیے بھی ایثار و احترام کے جذبہ سے تہی دامن ہوں ضابطہ فطرت کے مطابق ایسی جماعت اور قوم چونکہ تعمیر و تسخیر کائنات کا کوئی عمل انجام نہیں دے سکتی اس لیے اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یعنی جو اپنے حال کی زبوں صفتی کو بدلنا چاہتے ہیں ان کی مدد کی جاتی ہے۔ اور جو فطری اور تاریخی عمل سے بے خبر، غافل رہ کر اینٹ اور پتھر بنے رہیں ان پر جمود طاری ہو جاتا ہے۔ خدا کی رحمتیں ان سے رخ موڑ لیتی ہیں۔ عزت اور فلاح ان سے روٹھ جایا کرتی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

میدان بدر میں صحابہؓ تین سو تیرہ تھے اور کفار ایک ہزار سے بھی زیادہ اور کیل کانٹے سے پوری طرح لیس۔ اس عہد کا تمام جدید سے جدید تر اسلحہ ان کے پاس تھا اور مال و اسباب بھی مگر انہوں نے اپنے آپ کو بدلنے سے انکار کر دیا تھا خاندانی نخوت و غرور اور سرداری کی ہوس نے ان کی آنکھوں پر انکار و سرکشی کی پٹیاں باندھ دی تھیں۔ اسی لیے وہ قبول حق کی صلاحیتوں اور استعداد سے محروم کر دئے گئے۔ جماعت کفر کے بڑے ستون ابوجہل کو دو کم عمر صحابہؓ نے زیر کر کے جب قتل کرنا چاہا تو وہ اس وقت بھی تکبر و رعونت کے دلدل سے اپنے کو نکالنے اور اپنی حالت کے دلدل سے اپنے کو نکالنے اور اپنی حالت بدلنے پر آمادہ نہ تھا کہنے لگا میری گردن ذرا نیچے سے بڑی کر کے کاٹنا تاکہ پتہ چلے یہ کسی سردار کا سر ہے۔ یعنی رسی جل گئی پر بل نہ نکلے۔ ہٹ دھرمی، تکبر رعونت بھی کوئی مردانگی یا بہادری ہے۔

؏ مردہ ہے جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

مگر جو شخص اپنے آپ کو نہیں بدل سکتا وہ زمانے کو خاک بدلے گا۔ جو شخص انانیت اور تکبر کے مرض میں مبتلا ہو وہ اپنے بُرے جرائیم سے ماحول اور جماعت کو بھی متاثر کرتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ مسلمانوں کے اجتماعی امور باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔ یہ اسلام کی شان ہے کہ اس نے چودہ سو سال پہلے اجتماعی امور اور نظم ریاست کو باہمی مشورہ سے انجام دینے کی راہ دکھائی۔ مشورہ تبھی ممکن ہے جب ایک فرد دوسرے کی اچھی رائے کو تسلیم کر کے اپنی رائے بدلنے پر آمادہ ہو۔ غیر مسلم اقوام نے اسی امن آفرین نظام کو دوسری شکل دے کر مادر پدر آزاد جمہوریت بنا لی جس میں معاملے کی اچھائی اور برائی کو نہیں دیکھا جاتا، بس بات مدنظر رہتی ہے کہ اکثریت کیا چاہتی ہے زیادہ لوگ کس طرف ہیں۔ یعنی اکثریت کو حق ہوتا ہے کہ چاہے تو حلال کو ممنوع قرار دے دے، چاہے تو حرام کی کھلی چھٹی دے دے۔ یعنی

؎ جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

یہ یورپی جمہوریت جس میں اکثریت کے بل بوتے پر دینی اقدار پامال کر دی جائیں اخلاقی حدود کا جنازہ نکل جائے، چوروں، بدمعاشوں، رسہ گیروں کو جو چاہیں کرنے کا موقع مل جائے کیونکہ اکثریت ان کی حامی ہے، ہم مغربی جمہوریت کی اندھی گھوڑی کو خریدنے کے لیے تیار ہیں یہ اپنے سوار کو منزل پر پہنچانے کے بجائے راستے میں کہیں گرا دے گی۔ مگر آج دینی تعلیم سے بے بہرہ اور اقتدار و مفادات کے بھوکے سیاستدان

> علماء کرام، دینی رہنماؤں اور قافلۂ حق کے سپاہیوں کے لئے حضورؐ کی سیرت، اللہ کی کتاب اور اکابرین اسلام کی زندگیاں سرچشمۂ ہدایت ہیں۔

جنہوں نے سیاست کو بطور تجارت اختیار کر رکھا ہے۔ اسی جمہوریت کو اپنی مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ ان کو سیاست کا مرکزی نقطہ ان کے مفادات ہیں اسی لیے ان کا طریقہ ہے "چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو" ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں ہے، ہم ملک و قوم کی گردنوں پر مسلط ہونے کے لیے

جو کرسیٔ اقتدار پر
بیٹھ کر کل تک
جفا پیشہ ظالم رہے
آج مظلوم بن کر
پاکستان کے عوام
کو پھر دھوکہ دینا
چاہتے ہیں۔

ان کی مدد کیوں کریں؟ ہم ان کے معاون کیوں بنیں، ہم نے ان کو بارہا آزمایا ہے، وہ کئی بار دھوکے باز ثابت ہو چکے ہیں، انہوں نے جب بھی دیکھا کہ لیلئ اقتدار سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اچھی سے اچھی بات اور بہتر سے بہتر تجویز کو بھی مسترد کر دیا کہ یہ لوگ اپنی غلط روش بدلنے کو تیار نہیں ہیں ہم ان کے دست و بازو کیوں بنیں؟ ایوبی دور کے آخری ایام میں گول میز کانفرنس کے اجلاس میں قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کیا تو جمہوریت کے نام پر اقتدار کے بھوکے انہی لیڈروں نے ناک بھوں چڑھائی، کچھ افراد باہر رہ کر ہر فیصلہ نامنظور اور جلاؤ گھیراؤ کے نعرے لگا رہے تھے۔ نتیجتاً ملک بدترین بحران کی گود میں چلا گیا۔ سات سالہ نام نہاد عوامی دور حکومت میں ہمارے جواں سال رہنما اور عالم دین مولانا سید شمس الدین کو شہید کر دیا گیا۔ ان کی مظلومانہ شہادت پر احتجاج کرنے والوں پر گولی چلائی گئی کوئٹہ میں پانچ آدمی اور شہید ہو گئے۔ خواجہ رفیق، ڈاکٹر نذیر کتنے نام ہیں جن کی زندگی کے چراغ گل کر دیئے گئے۔ جمہوریت کے انہی علمبرداروں نے قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمودؒ کو اسمبلی سے اٹھوا کر باہر پھینکوا دیا۔ ملک گیر احتجاج اور مثالی تحریک کے باوجود انہوں نے بات نہ مانی تو فوج آ گئی۔ وہ لوگ جو کل تک کرسیٔ اقتدار پر جفا پیشہ ظالم رہے آج مظلوم بن

ہم مغربی جمہوریت
کی اندھی گھوڑی
کو خریدنے کے
لئے تیار نہیں
ہیں۔ یہ اپنے
سوار کو منزل پر
پہنچانے کے بجائے
راستے میں کہیں
گرا دے گی۔

کر پھر پاکستان کے عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ مومن ایک سوراخ سے بار بار ڈسا نہیں جاتا۔ آزادی اور حقوق کے لیے کیا ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر خود جدوجہد نہیں کر سکتے؟ دین والوں کو بے دینوں کا دم چھلا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ غیروں کے لیے دست و بازو بننے کے بجائے اپنے بزرگوں اور ساتھیوں کے کے لیے رحماء بینھم کے قرآنی اصول کو مشعل راہ بنا لیں تو آج بھی ان کی قوت ناقابلِ تسخیر اور یہ اہلِ حق کا گروہ کامیاب و بامراد ہو سکتا ہے۔ جب تک آپ اپنے ساتھیوں اور بزرگوں کے احترام اور باہمی اتحاد کی قوت کے لیے اپنی ذاتی رائے بدلنے پر قادر نہیں ہیں۔ دوسروں کو بدل دینے کی طاقت کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ تو وہ ہٹ دھرم نفس پرست اور چالاک و عیار لوگ ہیں جو:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

ان کی باتیں بڑی خوبصورت دل نشیں اور بادلائل ہوتی ہیں یہ سبز باغ دکھا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے والے لوگ ہیں۔ مغرب زدہ اور مادہ پرست، طوطا چشم ہوتا ہے حق پرست نہیں بن سکتا۔ علماء کرام دینی رہنماؤں اور قافلہ حق کے سپاہیوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت اکابرین اسلام کی زندگیاں اسلام کی تاریخ حضورؐ کی سیرت طیبہ اور اللہ کی کتاب ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے حکم پر اپنی زندگی کا ڈھنگ بدل لیا تھا۔ قرآن کہتا ہے وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا یعنی باہمی بغض و عناد اور فتنہ و فساد کے باعث تم آگ کے دریا پر پہنچ چکے تھے قریب تھا کہ اس کے شعلے تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتے مگر اسلام نے تمہیں بچا لیا اور تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے وہ خود بدلے تو اللہ نے ان پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ کہاں تو جینا مشکل تھا ظلم و جبر کے پہاڑوں تلے دبے کراہ رہے تھے اور کہاں صرف دس سال کی مدنی زندگی میں دس لاکھ مربع میل پر حضورؐ کے غلاموں کی حکومت قائم ہو گئی۔ اگر ہم چاہتے ہیں ہماری عظمت رفتہ لوٹ آئے، دنیا میں ہماری بات کا وزن ہو اور باطل قوتیں ہمارے سامنے نہ اکڑیں تو پھر ضروری ہے کہ ہم اپنے بھائیوں اپنے ساتھیوں اور بزرگوں کے لیے اپنے دلوں میں احترام اور اعتماد پیدا کریں۔ ورنہ تاریخ کا فرض تم ادا نہ کر سکو گے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : اداریہ

جلیل المرتبت علماء بھی شامل ہیں جو الزام عائد کیا ہے اس کا جواب تو مدیر المنبر کو مفوضہ مشن بیان کر کے اور "رنگین کاغذ کے بنڈلوں" کی مایا کے چہرے سے پردہ ہٹا کر دیا جا سکتا ہے مگر بانی ادارہ خدام الدین حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور خود حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا حسن عمل ہمیشہ سرکار مدینہؐ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق آ رہا ہے کہ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا۔ حیرانگی ہمیں اس بات پر ہے کہ اتحاد بین المسلمین کے بزعم خود چیمپئن کو علماء حق کی صفوں میں اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہوتے دیکھ کر صدمہ کیوں پہنچا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ "مایا" کو حلال کرنے میں ناکام رہے۔ کسی سے کیا ہوا وعدہ وہ ایفا نہ کر سکے۔ اور کالعدم جمعیۃ علماء اسلام دو حصوں میں منقسم ہونے کے بعد پھر سے ایک ہو رہی ہے۔ اس لئے وہ "انتہائی کرب انگیز" کیفیت سے دوچار ہیں۔ ہم نے ضرورت محسوس کی تو جناب حکیم آزاد شیرازی سے التماس کریں گے کہ وہ حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کے لئے کوئی اچھا سا نسخہ تحریر کر کے بھیجیں شاید ان کی بیمارٹری ہنوز مایا کی کمی کے باعث ایسا خمیرہ تیار نہیں کر سکی۔

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

کامیاب زندگی کِس کی ہے؟

بعد از خطبہ مسنونہ:-

آج میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کامیاب زندگی کس کی ہے لاہور کے ہزاروں طالب علم ہیں ایک کامیاب ہوتا ہے اور اس کی کامیابی کا ذکر بیسیوں کی زبان پر ہوتا ہے۔ ملازمت کے لئے درخواست دینے والے ہزاروں مگر کامیاب ہونے والے معدودے چند ہوتے ہیں۔ غرضیکہ کامیابی کا لفظ زبان زدِ خلائق ہے۔

کامیابی کی دو قسمیں

کامیابی دو قسم کی ہوتی ہے (۱) فانی (۲) حقیقی۔ فانی کامیابی کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے۔ اور حقیقی کامیابی کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو حقیقی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین!

فانی کامیابی تو ہر شخص سینکڑوں دفعہ حاصل کرتا ہے پرائمری، مڈل اور میٹرک کی جماعتوں میں کامیابی حاصل کی۔ یہ سب کامیابیاں یہیں رہ جائیں گی مرنے کے بعد فانی کامیابی بیکار ہو جاتی ہے۔ مثلاً لڑکا پیدا ہوا، بہت خوشیاں منائی گئیں وہ دو ماہ بعد مر گیا سب خوشیاں ختم ہو گئیں۔ یہ عارضی اور فانی خوشی تھی اس کو کامیابی سمجھنا خام خیالی ہے۔ اب مَیں اس مضمون کو ذرا وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم یہاں کے رہنے والے نہیں۔ یہ عالمِ ناسوت یا عالمِ کثرت ہے۔ ہم یہاں عالمِ ملکوت یا عالمِ وحدت سے آئے ہیں۔ وہاں فقط اللہ تعالےٰ سے تعلق تھا اور کسی سے نہ تھا۔ یہاں آکر بے شمار تعلقات ہو گئے۔

ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان روح کا نام ہے۔ جسم کا نام انسان نہیں۔ یہ تو اس کا لفافہ ہے روح اس کے اندر ملفوف ہے۔ مرنے کے بعد یہ عقدہ حل ہوتا ہے۔ یہ جسم تو انسان کی لاش ہے۔ مَیں آپ کی لاش دیکھ رہا ہوں آپ میری لاش دیکھ رہے ہیں۔ روح عالم ملکوت سے آئی ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ ویسئلونک عن الروح ۵ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (ترجمہ) اور وہ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں (ان سے) فرما دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے امر میں سے ہے اور تم کو اس کے متعلق علم نہیں دیا گیا مگر

تھوڑا......

روح کے متعلق ہمیں پتہ نہیں یہ کیا چیز ہے۔ جسم کے متعلق ہمیں پوری معلومات ہیں کہ یہ مٹی سے بنا ہوا ہے یہ پہلے نطفہ تھا نطفہ سے علقہ ہوا، علقہ سے مضغہ بنا پھر اس پر ہڈیاں اور گوشت چڑھائے گئے۔ عالم وحدت میں ہمارا (روح کا) تعلق فقط اللہ سے تھا۔ جب ہمیں اس عالمِ کثرت میں لایا گیا تو ہمارا تعلق ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی، بچوں وغیرہ سے بھی ہو گیا۔ یہ سب عزیز و اقارب بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ ان سب میں رہنے کے باوجود اللہ تعالےٰ چاہتے کہ حقیقی تعلق میرے سوا کسی اور سے نہ ہو۔ اسی لئے فرماتے ہیں ذالک متاع الحیٰوۃ الدنیا (یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے) اعزہ و اقارب، مال و دولت، سواری، گائے، بھینس یہ سب کے سب صرف دنیا میں نفع دینے والی ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

ان ہی میں دل نہ گڑ جائے۔ اس لئے آگے فرماتے ہیں۔ واللہ عندہ حسن المآب (اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے) ادھر کے ٹھکانے کا بھی خیال رکھنا۔

یہی اصل کامیابی ہے کہ آدمی سب میں رہنے کے باوجود سوائے اللہ کے کسی اور سے تعلق نہ رکھے۔

کامیابی حاصل کرنے والوں کا ذکر اللہ تعالےٰ یوں فرماتے ہیں یا ایہا الذین اٰمنوا هل ادلکم علیٰ تجارۃٍ، تنجیکم من عذاب الیم ۵ تومنون باللہ ورسولہ و تجاهدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ط ذالکم خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون ۵ یغفرلکم من ذنوبکم و یدخلکم جنّٰتٍ تجری من تحتها الانھٰر و مسٰکن طیبۃ فی جنّٰت عدنٍ ذالک الفوز العظیم -

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا مَیں تمہیں ایسی تجارت کا پتہ نہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں جنّت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشگی کے باغ میں ستھری رہائش گاہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔"

اصل کامیابی یہ ہے اس کا پروگرام بتلایا گیا۔ تومنون باللہ ورسولہ وتجاهدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم۔ اس آئینہ میں مسلمانوں کا منہ دیکھئے کتنے ہیں جن کو اس کامیابی کے حاصل کرنے کا شوق ہے قرآن مجید کی تعلیم اور اللہ والوں کی محبت ہو تو آہستہ آہستہ ان باتوں کی سمجھ آ جاتی ہے اور رنگ چڑھ جاتا ہے۔ جن کو نہ قرآن کی تعلیم اور نہ محبت نصیب ہے ان کو نہ قبر کا خیال ہے اور نہ حضورؐ کے حوضِ کوثر سے پانی پلائے جانے کا خیال ہے ان کے متعلق اکبر الٰہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں ؎

انہوں نے دین کب سیکھا ہے جا کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حقیقی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین!

دُعا۔ تقدیر کے پس منظر میں

تحریر: ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی۔ ملتان

اہم ترین مسئلہ

تقدیر پر یقین اور دعا کی قبولیت ہمارے عقاید کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ اعتقاد دل سے اُٹھ جائے کہ معبود، عابد پر کبھی مواخذہ نہ کرے گا تو لطف عبودیت اور حقوق العباد کا شیرازہ بکھر جائے۔ اب تک ایسے مسائل پر مختلف مکتبہ ہائے فکر میں جو بحث ہوتی رہی ہے اس سے یقین کا پیدا ہونا تو درکنار عبودیت کے فکری وجدان کے پائے استقامت میں بھی لغزش آتی نظر آ رہی ہے۔

تقدیر کے لغوی معنی ہیں اندازہ کرنا قسمت، بھاگ، وہ اندازہ جو خدا تعالیٰ نے تمام کائنات کے متعلق پہلے سے کر رکھا ہے۔

آپ کو معلوم ہے ہماری آسمانی کتاب جو کہ لاریب ہے اس کی ابتدار سورہ فاتحہ سے ہوتی ہے اور سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت کے پڑھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ سب تعریفیں کس کے لیے ہیں۔ وہ رب العالمین ہے۔ رب کہتے ہیں پالنے والے کو، رزق دینے والے کو جس نے کل عالم کو پیدا کیا۔ سب کائنات کے رب ہی کو ذات و صفات برحق ہیں اس نے ہی کائنات کی تقدیر بنائی۔ یعنی ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے ہی یہ اندازہ کرلیا کہ یہ دُنیا میں کیا کام کرے گا۔ اس کام کی کیا نوعیت ہوگی۔ اس کی صفات کیا ہونگی۔ اس کا مقام کیا ہوگا۔ اس کی بقا۔ قیام اور افعال کے لیے کیا مواقع اور ذرائع فراہم کیے جائیں گے۔ کس وقت وجود میں آئے گا۔ کب تک اپنے حصے کا کام کرے گا۔ کس وقت اور کس طرح اسے ختم کرے گا اس پورے طریقۂ کار یا منصوبہ کا مجموعی نام تقدیر ہے اور یہ تقدیر اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کے لیے اور اجماعی طور پر تمام کائنات کے لیے تیار کر رکھی ہے یہ تمام کائنات کی تخلیق کسی پیشگی منصوبہ کے بغیر اُوٹ پٹانگ طریقہ سے نہیں ہوگی بلکہ رب العالمین خالقِ حقیقی کے پیشِ نظر ایک منصوبہ تھا اور سب کام اس منصوبے کے تحت چل رہے ہیں۔ دیکھئے سورۂ الاعلیٰ آیت (۱ تا ۳) خصوصی ۳

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی

(اپنے رب کی تسبیح کرو۔ جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا،) جس نے تقدیر بنائی اور پھر راہ دکھائی۔

مظاہرۂ تخلیق

کسی چیز کو محض پیدا کرکے چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ جو چیز جس کام کے لیے پیدا کی۔ اس کو اس کے انجام دینے کا طریقہ بتایا۔ وہ محض خالق ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہے جو چیز جس حیثیت سے پیدا کی اس کو ویسی ہی ہدایت دی۔ ایک قسم کی ہدایت زمین، چاند، سورج، تاروں اور سیاروں کو دی۔ جس کے تحت سب چل رہے ہیں اور ان کا کام اور انجام اس ہادئ برحق کو ہی معلوم ہے اسی طرح حیوانات، نباتات، معدنیات، جمادات کے لیے بھی راہیں منتخب کر دی ہیں۔ حیوانات کے بیشمار انواع، نباتات کے لاتعداد اقسام کا حیرت انگیز مظاہرہ تخلیق رب جلیل ہے۔

انسان کی شعوری زندگی میں جو انسان کو اختیار دیا گیا ہے اس کے تصرفات کے لیے استعمال کے لیے، خالق نے اس ساری کائنات میں ہر چیز کی ساخت اور حیثیت کے مطابق ہدایت کا انتظام کیا اور اس اختیار کی صحیح اور غلط راہیں بتا دیں۔ جیسا کہ بار بار قرآن شریف میں

ذکر ہے۔ دیکھئے سورۂ الدہر آیت ۳۔

اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ؕ (ہم نے اسے راستہ دکھا دیا خواہ شکر کرے یا کفر کرے،)

یعنی ہم نے اسے محض علم و عقل کی قوتیں دے کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کونسا ہے اور کفر کا راستہ کون سا۔ اور اس کے بعد جو راستہ وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ یہی مضمون سورۂ بلد میں ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ

(اور ہم نے اس کو دونوں راستے نمایاں کرکے بتا دیئے۔)

دیکھئے سورۂ الشمس میں:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا: ترجمہ:۔ اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اس کو استوار کیا پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ دونوں اس پر الہام کر دیئے کہ وہ جونسا راستہ پسند کرے، اسے اختیار کرے۔

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ خدا جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہے کہ نجات اور حصول مقاصد ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جو چاہوگے کرلوگے بلکہ اس کے لیے جدوجہد کی ضرورت ہوگی جیسے اگر کوئی ملازم دیکھے کہ جو بیگم صاحبہ چاہتی ہیں صاحب وہی کر دیتے ہیں تو اس ملازم کی یہی جدوجہد ہوگی کہ بیگم صاحبہ کی خوشنودئ طبع کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے کیونکہ کامیابی کی چابی بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے ثابت ہُوا کہ حصول مقصد کے لیے سعی اور عمل کی ضرورت ہے اور وہ کام کرے جو کام خدا کے حکم کے عین مطابق ہوں تاکہ ہمارے نیک اور مرضی کے مطابق کام دیکھ کر وہ خالقِ حقیقی جو حتمی فیصلہ کرے وہ ہمارے حق میں ہو کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

لوحِ تقدیر

ایک حدیث میں ہے کہ (جف القلم بما هو کائن) یعنی جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن لوح تقدیر پر لکھا جا چکا ہے لیکن اس کے معنی وہ نہیں جو عام طریقہ پر اخذ کئے جاتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر کام کا ایک خاص نتیجہ برآمد ہوگا۔

یعنی جو چیز جس چیز کی ذاتیات میں ہے وہ اس سے کسی حالت میں بھی منفک نہیں ہوتی۔ صنّاع جب کسی آلے سے کام لیتا ہے تو صنّاع کی قوتِ فاعلہ آلے کو بااختیار نہیں بناتی جس کی وجہ یہ ہے کہ جمادیت جماد کی ذاتیات میں سے ہے۔ اس لیے کسی فاعل مختار کا عمل اس کی جمادیت کو سلب نہیں کرتا۔ اس طرح قوّتِ اختیاری بھی انسان کی ذاتیات میں سے ہے اس بناپر وہ کسی حالت میں بھی سلب نہیں ہوتی۔ ہم سے جب کوئی فعل سرزد ہوتا ہے تو گو خدا ہمارے فعل پر قادر ہے لیکن جس طرح صنّاع کا اثر آلے سے جمادیت کو مسلوب نہیں کرتا اس طرح خدا کی قدرت اور اختیار بھی ہماری قوتِ اختیار کو (جو ہمارے ذاتیات میں مقدر کر دی گئی ہے) بایں وجوہات سلب نہیں کرتا۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو ہدایت دینے کے لیے دنیا میں بھی انتظامات کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کے اندر ہی نفس لوامہ (ضمیر) نام کی ایک چیز رکھ دی ہے جو ہر وقت ہر لمحہ اس کے فعال کا محاسبہ کرتا ہے، جب آپ کوئی بُرا کام کرتے ہیں، ضمیر صاحب فوراً ٹوک دیتے ہیں خواہ اس ضمیر کو انسان کتنا ہی بُرائیوں کی عمیق گہرائیوں میں دبائیے، بہلائیے، پھسلائیے وہ ضرور اپنی آوازِ حق بلند کرتی ہے۔

خلاقی حِس

انسان کی عقلی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خلاقی حِس بھی دی ہے جس کی بدولت وہ فطری بُرائی بھلائی میں تمیز کر سکتا ہے۔ اور جن افعال کو اچھا جانتا ہے چاہے وہ خود ان اچھے افعال سے اجتناب کرتا ہو مگر ان کو اچھا ہی کہے گا۔ اور جن افعال کو بُرا جانتا ہے چاہے کسی قدر وہ خود اس میں مبتلا ہو۔ ان کو بُرا ہی کہے گا۔

حضرت علیؓ ابنِ ابی طالب سے مروی ہے کہ ہم لوگ بقیع غرقد (مدینہ کا گورستان) میں ایک میت کو دفن کر رہے تھے اتنے میں رسول اللہؐ تشریف لے آئے۔ اور میت کے قریب تشریف فرما ہوگئے۔ دریں اثنا گویا ہُوئے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے لکھ دیا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا ٹھکانا

بہشت ہے یا دوزخ۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں۔
ایک شخص نے پوچھا کہ یا نبی اللہ کیا ہم عمل کرنا ترک کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ عمل کرتے رہو۔ جو اہلِ سعادت ہیں وہ خود بخود اہلِ سعادت رہیں گے اور ان کا خاتمہ اسی پر ہی ہوگا اور جو بدبخت ہیں وہ بدبختوں کے کام کریں گے اور ان کا خاتمہ ان ہی پر ہوگا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی (سورۃ اللیل ایۃ ۵ تا ۷)

تقاضائے بندگی

اب تقدیر کے مذکورہ پس منظر میں دعا کی حقیقت ملاحظہ ہو۔ دعا عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں۔ پکارنا، آواز دینا۔ یہ لفظ عموماً خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنے مافی الضمیر کے بیان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔

سیرۃ طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات نے عبدیت کی عروج و ترقی کی معراج کو پالیا۔ عبد و معبود کا جس قدر گہرا تعلق ہے اس کا رابطہ صرف نماز ہے اگر ہم سب صمیم قلب سے غور کریں تو محسوس ہوگا کہ نماز ایک طریقۂ عبادت ہے۔ اور دُعا عبادت کا سرچشمہ ہے۔ عبادت کئی دعاؤں کا مجموعہ ہے قرآنِ پاک کا آغاز بھی دعا ہی سے ہوتا ہے۔ دیکھئے سورۃ فاتحہ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

ترجمہ: ہمیں سیدھا راستہ دکھا وہ راستہ جن پر تونے انعام فرمایا؛

حضور سرورِ کائنات نے دعا کو دین میں بنیادی اور مرکزی اہمیت کا حامل فرمایا ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ (الدعاء مخ العبادہ) دعا مغزِ عبادت ہے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دعا عین عبادت ہے اور جانِ عبادت ہے۔ اللہ سے دعا مانگنا عین تقاضائے بندگی ہے اور دعا سے زیادہ اعترافِ عبدیت کی دلیل نہیں مل سکتی۔

دُعا کا بندے اور اس کے رب کے درمیان ایسا تعلق ہے جیسے کوئی بالمشافہ بات چیت کر رہا ہو۔ بندہ اپنی ساری کمزوریوں شکست اور پریشانیوں کو دل کھول کر اپنے معبودِ حقیقی کے سامنے پیش کرتا ہے شیطان سے پناہ میں رہنے کے لیے برائیوں کے وسوسوں سے بچنے کے لئے نیکی اور راہِ مستقیم پر چلنے کے لیے رزق کے حصول کے لیے نصرت اور کامرانی کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دعاؤں کی شکل میں گڑگڑا کر اپنی عرضداشت پیش کرتا ہے اور وہی ذات پاک ہے۔ جو اپنے مجبور مجبوب اور محروم بندے کی سنتا ہے۔

ایک شیرخوار بچہ کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ بلک بلک کر روتا ہے۔ اپنی ماں کی جانب ہی تکتا ہے اس وقت کوئی بچے کی شکل کو غور سے دیکھے تو سہی کیسے کیسے ہونٹ ہلا ہلا کر ماں سے فریاد کرتا ہے حالانکہ نہ وہ بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے مگر رو کر اپنا مدعا بیان کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی ماں ہی اس کی بھوک کا انتظام کر سکتی ہے۔ دعا مانگنے کا محرک در اصل انسان کا یہ اندرونی احساس ہوتا ہے کہ جب عالم اسباب کے فطری ذرائع و وسائل اس کی کسی تکلیف کو رفع کرنے یا کسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتے تو اس کو کسی مافوق الفطرت صاحبِ اقتدار ہستی سے رجوع ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس ہستی کو آدمی بے دیکھے ہی پکارتا ہے باآواز بلند پکارتا ہے۔ آہستہ آہستہ پکارتا ہے، جلوت میں پکارتا ہے، خلوت میں پکارتا ہے، ہر وقت ہر حال میں پکارتا ہے اگر ایسا بھی کرنے پر قدغن ہے تو دل ہی دل میں پکارتا ہے۔ سب کچھ اس عقیدت کی بنا پر کہ وہ ربّ جلیل، صاحب اقتدار، قادر مطلق ہستی اس کو ہر جگہ دیکھ رہی ہے وہ سننے والا تمام قیود سے بالاتر ہے اس کو پکارنے والا چاہے سمندر کی پُر اسرار گہرائیوں اور ہیبت ناک اندھیروں میں پکارے چاہے آسمان کی بے پناہ بلندیوں پر الغرض محض عقلی استدلال کی ہی گنجائش نہیں بلکہ پکارنے والے کا یہ ارتکاب عمل اس امر کی ضمانت ہے کہ وہ اس عظیم ہستی کے اندر کی ان صفات پر اعتقاد رکھتا ہے جو صرف باری تعالیٰ کی صفات ہیں اپنے مذہب اور عقیدہ کی بنا پر انسان چاہے اس کو کسی بھی نام سے پکارے مگر ماننا پڑے گا کہ دُعا انسان صرف اور صرف اس ہستی عظیم سے مانگتا ہے جس کو وہ سمیع العلیم اور جس کا کلیتاً رب تسلیم کرتا ہے اس کے بغیر دعا مانگنے کا تصوّر کبھی اس کے ذہن میں نہیں آسکتا اس مسئلہ کو قرآن حکیم میں خود

خدائے ذوالجلال نے اپنے بندے کے لیے حل کر دیا ہے۔ دیکھئے سورۃ المومن ۵۹۔

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔

تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور ذلیل و خوار ہوں گے بعض دعائیں قبول کرنے اور نہ کرنے کے جملہ اختیارات صرف اس ذات پاک کے پاس ہیں لہذا تم دوسروں سے دعائیں مت مانگو اور اس ہی کو اپنی طلب کا مرکز بناؤ وہ مدبر کائنات ہے۔ حیّ وقیوم ہے اور سب اختیارات کا کلی بلا شرکت غیرے مالک ہے سب کچھ جانتا ہے اور سب کچھ دے سکتا ہے۔

صاحبِ اختیار

اِسی لیے جگہ جگہ ہمیں رب کریم ہدایت دیتا ہے کہ اس حاجت روا کو پکارو اس کے اختیارات لامحدود ہیں۔ دنیا میں یا آخرت میں دونوں جگہ وہ جس کو چاہے جو کچھ چاہے دے دیتا ہے اور جس کو چاہے جو کچھ چاہے روک لیتا ہے وہ دینے والا ہے تو کوئی روکنے والا نہیں ہے وہ نہ دینا چاہے تو کوئی وسیلہ اس سے دلوا نہیں سکتا۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان آیت ۷۷ میں ہے کہ:۔

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا۔

"اے محمدؐ لوگوں سے کہو کہ میرے رب کو تمہاری کیا ضرورت پڑی ہے اگر تم اس کو نہ پکارو۔"

یعنی اللہ سے دعائیں نہ مانگو اور اس کی عبادت نہ کرو۔ اور اس کو حاجت روا نہ بناؤ تو کوئی وقعت خدا کی نظر میں نہیں ہے کیونکہ تمہاری عبادت نہ کرنے سے اللہ جلّ جلالہٗ کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم سے اللہ کی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ہے تم ہی اگر اپنی حاجت رفع کرنا چاہتے ہو تو اس کو پکارو۔ یعنی دعا کرو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔ یسال احدکم ربه حاجة كله حتى يسال شع نعله اذا انقطع (ترمذی) یعنی تم میں سے ہر شخص کو اپنی حاجت خدا سے مانگنی چاہیئے حتی کہ اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اپنے رب سے ہی مانگنا چاہیئے۔

اس سے عیاں ہے کہ کسی معاملہ میں بھی ہماری کوئی تدبیر خدا کی توفیق یا تائید کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی اور تدبیر سے پہلے دعا کے معنے یہ ہیں بندہ ہر وقت اپنی عاجزی اور خدا کی بالادستی کا اعتراف کرتا ہے اور جو اس کے سوا غیر اللہ سے مانگتا ہے وہ حق تعالیٰ کی بالادستی کا انکار کرتا ہے۔

عبد و معبود کا تعلّق

خداوند قدوس کو حیلوں اور وسیلوں کی قطعاً ضرورت نہیں عبد اور معبود کا براہ راست تعلّق ہے

ترجمہ: یعنی کون ہے وہ جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اس کو پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور کون تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور حاجت پوری کرتا ہے؟ تم لوگ کم سوچتے ہیں۔

مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے صاف واضح ہے کہ خدا تک دعائیں پہنچانے کے لیے کسی واسطے، وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں سورۃ البقرہ ۱۸۶۔

ترجمہ:" اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی تو ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا ہوں۔ لہٰذا ان کو چاہیئے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں۔ اور مجھ پر ایمان لائیں۔"

ترجمہ:" یعنی اگرچہ تم دیکھ نہیں سکتے ہو اور نہ مجھ کو محسوس کر سکتے ہو۔ لیکن یہ خیال نہ کرو کہ میں تم سے دُور ہوں۔"

اب سمجھئے خدا جل جلالہٗ اپنے ہر بندہ کے بہت قریب ہے اور اس کی پکار کو سنتا ہے اور بندہ کو چاہیئے کہ اپنے خدا سے عرض و معروض خود کرے حتیٰ کہ دل ہی دِل میں جو کچھ کہتے ہو مانگتے ہو، خواہش کرتے ہو۔ سب اس کو معلوم ہوتا ہے وہ صرف معلوم ہی نہیں کر لیتا بلکہ اس پر فیصلہ بھی صادر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اس کائنات کا بے پایاں فرمانروا ہے۔ تمام اختیارات اور تمام طاقتیں اس کے ہی بس میں ہیں وہ تم سے اس قدر قریب ہے کہ تم بغیر کسی وسیلہ اور سفارش کے براہ راست اس سے داد فریاد کر سکتے ہو اور وہ داد رسی کرتا ہے یہاں تک داد رسی کا تعلق ہے تو آپ

کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ دادرسی صرف مسلمانوں ہی کی نہیں کرتا جیسا کہ سورۃ البقرہ آیت ۱۲۶ میں ہے بلکہ دعا اور پکار ہر ذی روح، ہر مخلوق، کافر و مشرک سب کی سنتا ہے اور پوری کرتا ہے خصوصًا جب وہ مظلوم ہو کیونکہ وہ رب العالمین ہے اور اسی نے سب مخلوق کو پیدا کیا وہی سب کا پالنے والا ہے۔

طلب اور پکار

ایک حدیث شریف میں ہے (مَن لّم یسال اللہ یغضب علیہ) مشکوٰۃ شریف ۲۲۳۸۔

جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دعا نہ کرنا محض محرومی کا باعث نہیں ہے بلکہ باری تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بھی ہے لیکن جو دعا مانگتا ہے اس کے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ :-

من فتح لہ منکم باب الدعا۔ فتحت لہ ابواب الرحمۃ (مشکوٰۃ)

جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھل گیا۔

عبادت ہر پاکیزہ جسم اور روح کی تازگی اور ایک حقیقت شناس دل کے لیے شائبہ ظلمیت ہے اس لیے رسول اللہ نے فرمایا ہم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے وہ دل میں باتیں کرتا ہے، حضور کا فرمان ہے کہ وہ دعائیں جو درد مندوں سے نکلتی ہیں بے تکلفی اور بے ساختگی رکھتی ہیں وہ دعائیں ہی باری تعالیٰ کو پسند ہیں اور جن دعاؤں میں چارہ ساز کی چارہ سازی اور دل نوازی کا یقین، درد کا اظہار اور حقیقت کا اعلان ہو اور عبد کامل پر ایمان شامل ہو وہ ضرور شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں اور رسول ختم المرسلینؐ کے عمل کی تکمیل کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔

خدائے بزرگ و برتر کو اپنے بندوں کی طلب اور پکار کی حالت سے پیار ہے اس نے خود ہی اپنے بندوں کو ہر موقع پر ہر ضرورت پر اپنے کلام پاک میں دعائیں سکھائی ہیں ان دعاؤں کے الفاظ سے زیادہ بے نظیر موثر، بلیغ، موزوں اور جامع الفاظ انسان کی جستجو نایاب میں نہیں مل سکتے۔ ان سے زیادہ بہتر دعائیں اپنی بےبسی، بے ثباتی، لاچاری دل پذیری سے فکر و احتیاج کا نقشہ دریائے رحمت کو جوش میں لانے کے لیے نہیں میسّر ہو سکتیں۔

شرطِ قبولیّت

دعاؤں کی قبولیت بارگاہِ ایزدی میں تب ہوتی ہے جب بندہ اپنے صمیم قلب سے رب جلیل کو پکارے۔ اپنی چھوٹی سی بھلائی کے لیے دوسری مخلوق کی زیادہ برائی کا طالب نہ ہو۔ دعا کی حقیقت جاننے کے لیے لوگ ہمیشہ کوشاں رہے ہیں بعض حیرت و استعجاب میں مستغرق رہتے ہیں بعض بحث و مباحثہ میں سرگرداں سوائے ان لوگوں کے جو قرآن اور حدیث کو پکڑے ہوئے ہیں باقی سب راہ ثواب سے دور ہیں جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ معبود ہم کو بادی النظر میں نظر نہیں آتا مگر وہ سب سنتا ہے بشرطیکہ پکارنے والا پکارے آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا ایک فقیر سڑک کے کنارے بیٹھا ہے راہ چلنے والے دیکھ رہے ہیں اور گذر جاتے ہیں ایک فقیر دروازے سے صدا لگاتا ہوا گذر جاتا ہے آپ سن کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص آپ کے پاس آتا ہے اور اپنی رقت آمیز آواز سے اپنی ستم رسیدگی کی داستاں سناتا ہے اس کی آنکھیں پُرنم ہیں گڑگڑا رہا ہے۔ آپ چلنے لگتے ہیں تو آپ کے پیچھے پیچھے منتیں کرتا ہوا آرہا ہے۔ آپ اگر لاکھ بھی سنگدل ہیں اور نہیں دینا چاہتے پھر بھی اس کی آواز اور اس کی چشم پرنم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور کچھ دے دیتے ہیں تو یہ مانگنے کا انداز ہے ممکن ہے پہلا فقیر جو آپ نے سڑک کے کنارے بیٹھا دیکھا وہ زیادہ حاجت مند ہو مگر آخر الذکر نے آپ کی طبیعت اپنی طرف کیسے مائل کر لی۔ اس لیے مانگنے کے جو آداب ہیں اگر وہ ملحوظ رہیں تو دُعا یقیناً قبول ہوتی ہے۔

طریقِ دُعا

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ "جب تم میں سے کوئی شخص دُعا مانگے یوں نہ کہے کہ خدایا اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر دے اگر تو چاہے مجھے رزق دے بلکہ اس قطعیت کے ساتھ کہنا چاہیئے کہ اے خدا میری فلاں حاجت پوری کر۔ اے صاحب! خدا تو رحمان اور دیان ہے۔ اس میں دُعا میں اگر مگر کیا معنی۔ اپنی سالمیت، فلاح نصرت اور شادمانی کے لیے اس یقین سے مانگو کہ وہ پوری کرے کیونکہ اس کے بعد کسی اور سے اپیل کی راہ تو ہے نہیں کہ اگر تو نہیں کرتا تو ہم کسی اور سے متوجہ ہوں گے اس ہی مضمون کو ابن عباس نے رسول مقبولؐ سے سن کر بیان کیا کہ اللہ سے دعا مانگو اس یقین سے کہ وہ قبول فرمائے گا۔"

حضرت جابرؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آدمی جب کبھی اللہ سے دعا مانگتا ہے۔ اللہ اسے یا تو وہی چیز دیتا ہے جس کی وہ دعا کرتا ہے یا اس درجہ کی کوئی بلا اس پر آنے سے روک دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو اور جلد بازی سے کام نہ کرے (ترمذی)

ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ جلد بازی کیا۔ فرمایا جلد بازی یہ ہے کہ آدمی یہ کہے کہ میں نے بہت دعا کی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی یا یہ کہ آدمی تھک کر دعا کرنی چھوڑ دے۔ واضح لفاظ میں رسول اکرم سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ اللہ جب بھی دعا قبول فرماتے ہیں تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ دعا کو اس ہی صورت میں قبول کر لیا جاتا ہے۔

۲۔ دعا کو آخرت میں اجر دینے کے لیے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

۳۔ دعا کے برابر کسی بلا یا آفت ناگہانی آنے کو روک دیا جاتا ہے۔

بایں ہمہ دعا چاہے قبول ہو یا نہ ہو بہرحال یہ ایک فائدہ اور بہت بڑے فائدے سے کسی صورت میں خالی نہیں اور وہ یہ کہ بندہ اپنے رب کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کر کے اور اس سے دعا مانگ کے اس کی بالا دستی اور رب العالمین کا اعتراف کرتا ہے اور اپنی عاجزی، انکساری لاچاری، بندگی اور عقیدت عبودیت کا اظہار کرتا ہے، یہ اظہارِ عبودیت بجائے خود ایک عبادت ہے بلکہ جانِ عبادت، جس کی نیرنگیٔ اجر سے بندہ محروم نہیں رہنا چاہیے وہ اس کی تسکین قلب کا باعث ہی کیوں نہ ہو۔

دُعا اور تقدیر

لوگ دعا کے معاملہ میں عمومًا تقدیر کے بالاتر ہونے کی دلیل رکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ برائی اور بھلائی اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ اپنی غالب حکمت و مصلحت کے لحاظ سے فیصلہ کر چکا ہے وہی لازمًا ہو کر رہتا ہے تو پھر ہمارے دعا مانگنے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے جو انسان کے دل سے دعا کی تمام اہمیّت کو نکال دیتی ہے اور اس کو باطل خیال میں مبتلا رکھتی ہے جو شخص تقدیر پر بھروسا کر کے اعمال کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے زمین سے غلّہ کا حاصل کرنا مقدّر ہے تو جبتک زمین میں بیج نہ ڈالا جائے اور دیگر وسائل زراعت کو بروئے کار نہ لایا جائے تو غلّہ کس طرح پیدا ہوگا اور کسی کے حق میں شکم کا سیر ہونا مقدّر ہے تو جب تک وہ کھانا نہ کھائے گا کیسے سیر ہوگا پس تمام امور دنیا و آخرت بھی اسباب و ذرائع پر موقوف ہیں۔

تقدیر کے استدلال میں جہاں یہ آیت (مِن نطفۃ خلقہ فقدرہٗ) یعنی نطفہ کی ایک بوند سے پیدا کیا اور پھر اس کی تقدیر مقرر فرمائی۔ کلام پاک میں آئی ہے وہاں دسیوں، بیسیوں جگہ اس ہی مالکِ حقیقی نے واشگاف الفاظ میں ہمیں تلقین فرمائی ہے۔ کہ مجھ سے مانگو۔ مجھے مشکل میں پکارو۔ بلکہ خود اس ربّ العالمین نے ہمیں دعا مانگنے کے طریقے سکھائے ہیں۔ یہ کیوں؟ کس لیے؟ اگر سب کچھ مقدّر تھا تو یہ سب کیا ہے یہ سب اس لیے کہ خداوند قدوس چاہتا ہے کہ بندہ اس کی ربوبیت کو پہچان لے درحقیقت تقدیر کے مقدر ہونے کی دلیل ہیں اعمال آخرت درست کرنے کی طرف راغب کرتی ہے۔ اور آمادہ کرتی ہے کہ ہم اس ربُّ العرش العظیم کی عظمت کو اپنے دل اور دماغ سے تسلیم کر لیں۔

قرآن پاک کی آیت (سورۃ المومن) سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہوتا ہے۔ خداوند کریم صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہے: مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قضا اور قدر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس نے ہماری طرح نعوذ باللہ۔ اللہ جل جلالہٗ کے ہاتھ باندھ دیئے ہیں۔ یا دعا قبول کرنے کے اختیارات اس ذاتِ حق سے کسی اور ہستی نے چھین لیے ہیں۔ آپ اس طرح نہ سوچیئے کہ کبھی

چند روز حرمین شریفین اور دبئی میں

ابو عمار زاہد الراشدی

اللہ رب العزت کا بے پایاں احسان ہے کہ اس ذات اقدس نے گذشتہ ماہ حرمین شریفین کی زیارت و حاضری کے شرف سے مشرف فرمایا اور واپسی پر متحدہ عرب امارات میں بھی علماء، شیوخ اور احباب سے ملاقات کا موقع ملا۔ دوستوں کی خواہش ہے کہ میں اس سفر کے بارے میں اپنے تاثرات قلمبند کروں۔ قدرے تذبذب کے بعد اس خواہش کی تکمیل کے لئے قلم اٹھا رہا ہوں۔

بیت اللہ شریف کی حاضری، عمرہ کی سعادت اور روضۂ اطہر علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کی زیارت کے بارے میں تو کچھ زیادہ عرض نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ یہ میرا اور خدا کا معاملہ ہے البتہ اتنی بات ذکر کرنے میں شاید کچھ زیادہ مضائقہ نہ ہو کہ حرمین شریفین میں میری یہ حاضری پہلی حاضری تھی اور حج، عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ کے آداب حدیث و فقہ کی کتابوں میں پڑھتے پڑھاتے کافی عرصہ گذر گیا ہے۔ لیکن جو کچھ پڑھا پڑھایا یا اس پڑھنے پڑھانے سے ذہن میں جو نقشہ اور تاثر قائم ہوا وہاں حاضری کے بعد وہ نقشہ اور تاثر یکسر بدل گیا وہاں کا منظر کچھ اور ہی ہے اور سچ یہ ہے کہ۔ ع

"شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

کا حقیقی منظر وہاں جا کر ہی آنکھوں کے سامنے آیا۔

حرمین شریفین کی حاضری اور عمرہ کی سعادت کے علاوہ وہاں مختلف علماء و شیوخ سے ملاقاتوں کا موقع ملا۔ اور کچھ مشاہدات و تاثرات ذہن میں نقش ہوئے ان کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔

امام کعبہ سے ملاقات

امام کعبہ الشیخ محمد عبداللہ السبیل متعدد بار پاکستان تشریف لا چکے ہیں اور حرم پاک کی نسبت سے عالم اسلام میں ان کے لئے عقیدت و محبت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ اسی نسبت سے دل میں ان سے ملاقات کی خواہش ہوئی کہ ان سے ملاقات کی جائے۔ ملاقات کا ایک داعیہ اور بھی پیدا ہوا کہ میرے محترم بہنوئی حاجی سلطان محمود خان ریاض میں مقیم ہیں اور انہی کی کرم فرمائی میرے اس سفر کا باعث بنی ہے وہ بھی میری حاضری پر مکہ مکرمہ آگئے اور راقم الحروف نے حاجی سلطان محمود خان اور محترم مولانا قاضی محمد اویس خان صاحب کے ہمراہ (جو مکہ مکرمہ جامعہ ام القریٰ میں قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں) عرفات، منیٰ اور مزدلفہ میں حاضری دی۔

منیٰ میں مسجد خیف اور عرفات میں مسجد نمرہ تاریخی اور دینی اہمیت کی حامل مساجد ہیں۔ اور سعودی حکمرانوں نے دونوں مسجدوں کو کافی خرچہ کے ساتھ از سر نو تعمیر کرایا ہے۔ مسجد خیف کا ہال اتنا بڑا ہے کہ ہال کے ستونوں کی تعداد پانچ سو چھہتر ہے۔ مسجد نمرہ مقفّل ہونے کی وجہ سے ہم اندر نہ جا سکے مگر وہ بھی کم و بیش اتنی ہی لگتی ہے ان مسجدوں کی تعمیر و استحکام کو دیکھ کر جہاں خوشی ہوئی وہاں یہ دیکھ کر رنج ہوا کہ ان میں صفائی وغیرہ اور پانچ وقت نماز با جماعت کا اہتمام نہیں ہے اور حج کے ایام کے علاوہ یہ دونوں مسجدیں اکثر مقفّل اور ویران رہتی ہیں۔ چنانچہ جب ہم حاضر ہوئے تو مسجد نمرہ مقفّل تھی مغرب کی نماز ہم نے خود اذان دے کر اس کے بیرونی برآمدے میں باجماعت ادا کی۔

امام حرم الشیخ السبیل چونکہ ان مساجد سے متعلق امور کے انچارج ہیں اس لئے ان سے ملاقات کی خواہش ہوئی کہ اس بارے میں ان سے گفتگو کی جائے۔ چنانچہ مولانا قاضی محمد اویس خان کے ہمراہ امام محترم سے ان کے دفتر میں ملاقات ہوئی۔ مختلف مسائل پر گفتگو کے علاوہ مسجد نمرہ اور مسجد خیف کے بارے میں بھی عرض کیا اور ان کے ارشاد پر یہ تجویز پیش کی کہ اگر ان مساجد کے گرد آبادی نہیں ہو سکتی تو ان ہی اقامتی دینی مدارس یا کسی کالج کا ہوسٹل بنا دیا جائے تاکہ پانچ وقتہ نمازوں میں حاضری ہوتی رہے اور ان میں صفائی اور نماز باجماعت کا اہتمام کیا جائے۔

امام محترم نے اس تجویز پر خوشی کا اظہار کیا اور پیش رفت کا وعدہ فرمایا۔ اس سے ملتے جلتے ایک مسئلہ سے مدینہ منورہ میں بھی دو چار ہونا پڑا۔ حرمین شریفین کے ائمہ کا معمول ہے کہ وہ نماز شروع کرنے سے قبل اقامت کے بعد صفیں سیدھی کرنے کی تلقین کرتے ہیں جو اچھی بات ہے لیکن مسجد نبوی کے اندر اور باہر یہ بات دیکھنے میں آئی کہ بعض عملی رکاوٹوں کی وجہ سے صفیں اکثر سیدھی نہیں رہتیں۔ مسجد شریف کے اندر جو قالین بچھے ہیں ان میں سے کچھ تو عام صف کے سائز کے ہیں ان پر تو کوئی دِقّت پیش نہیں آتی لیکن بڑے سائز کے قالینوں پر کسی لکیر کے بغیر صف کو سیدھا رکھنا مشکل ہو جاتا ہے یہی حال باہر کا ہے مسجد شریف سے باہر نماز کے لئے جو جگہ مخصوص کی گئی ہے وہاں خصوصاً جمعہ کے روز لوگ اپنے جانماز وغیرہ لے کر آتے ہیں اور اپنی مرضی سے بچھاتے ہیں جس سے صفوں کو سیدھا رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ذہن میں یہ تجویز آئی کہ اگر مسجد کے اندر سارے قالین صف کے سائز کے ہوں یا بڑے قالینوں پر سیدھی صف کی لکیریں کھینچ دی جائیں اسی طرح باہر کے میدان میں سیدھی صف کی لکیریں بن جائیں تو یہ مسئلہ کافی حد تک حل ہو سکتا ہے۔ اس مسئلہ پر مسجد نبوی کے امام محترم سے گفتگو کرنا چاہی مگر وہ موجود نہیں تھے اور مجھے ۱۳ جنوری کے جماعتی اجلاس کی وجہ سے واپسی میں جلدی تھی اس لئے بات نہ ہو سکی اب ارادہ ہے کہ بذریعہ خط یہ تجویز متعلقہ حضرات کو بھجوائی جائے۔

امام کعبہ کے علاوہ رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل الشیخ عبداللہ عمر النصیف سے بھی ملاقات ہوئی۔ اسلام آباد کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد عبداللہ صاحب بھی ان دنوں عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئے ہوئے تھے شیخ النصیف سے ملاقات ان کے ہمراہ ہوئی۔ مولانا قاضی محمد اویس خان بھی ساتھ تھے۔ رابطہ کے سیکرٹری جنرل سے جنوبی ایشیا کی صورت حال، خلیج میں حالیہ کشمکش، یورپ اور امریکہ میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور دیگر امور پر گفتگو ہوئی اور مختلف تجاویز پر شیخ النصیف نے عملدرآمد کا وعدہ فرمایا

ان دنوں رابطہ عالم اسلامی کا ایک اجلاس بھی مکہ مکرمہ میں ہو رہا تھا اور بھارت سے ہمارے دو مخدوم و محترم بزرگ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی تشریف لائے ہوئے تھے ان دو بزرگوں سے بھی متعدد نشستوں میں زیارت و استفادہ کا موقع ملا۔

مدینہ منورہ میں استاذِ محترم قاری محمد انور صاحب کے ہاں قیام رہا اور مسجد نبوی کی حاضری کے علاوہ قاری صاحب موصوف اور مدینہ یونیورسٹی کے طالب علم مولانا محمد عقیل صاحب کی کرمفرائی کے باعث مختلف مقامات پر حاضری کا موقع ملا۔ قاری صاحب نے اپنے ایک دوست چودھری عبداللطیف صاحب کو تیار کیا رکھا تھا ان کی گاڑی پر مسجد قبا، جبل احد، سبع مساجد، سقیفہ بنی ساعدہ، بیر معونہ اور بنو قریظہ کے قلعہ کے کھنڈرات کے علاوہ ترکوں کے دور کا ریلوے سٹیشن بھی دیکھا جہاں اس زمانے کے ریلوے کے انجن جلی ہوئی حالت میں آج بھی موجود ہیں۔ حرمین شریفین کے سفر سے واپسی پر تین روز کے لئے متحدہ عرب امارات میں حاضری کا پروگرام بھی بن گیا۔ دُبئی میں پاکستانیوں کی بستی القصیص ۳ کی جامع مسجد میں تبلیغی مرکز ہے جہاں مولانا محمد اسمٰعیل عارف خطیب و امام ہیں مولانا موصوف ایک پُرجوش، صالح اور راست فکر نوجوان ہیں اور جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ دُبئی میں سرگرم کردار ادا کر رہے ہیں ان کے ہاں قیام رہا۔

جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ متحدہ عرب امارات ان ریاستوں میں مقیم علماء اور دینی کارکنوں کی تنظیم ہے جس کے تحت یہ حضرات دین حق اور مسلک کی مؤثر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا محمد اسحاق مدنی، مولانا محمد فہیم، مولانا محمد ھارون، جناب اشتیاق حسین عثمانی، مولانا محمد اسمٰعیل عارف، حافظ بشیر احمد چیمہ اور دیگر سرکردہ اور پرجوش حضرات اس دینی تنظیم کو چلا رہے ہیں۔ جمعیۃ کے ان دوستوں نے میری حاضری پر مسجد عزیز دوبئی میں جلسہ سیرت کے علاوہ نعمت کدہ ہوٹل میں ایک پُر تکلف عشائیہ کا بھی اہتمام کیا جس میں پاکستانی حضرات اور جمعیۃ کے راہنماؤں کے علاوہ پاکستانی قونصل خانہ کے افسران، پاکستان ایسوسی ایشن کے عہدہ داران اور عرب شیوخ میں دو محترم بزرگوں الشیخ مسعود المزروعی اور الشیخ ادریس الادریسی نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر عالم اسلام کے اتحاد، استعماری قوتوں سے پاکستان اور جنوبی ایشیا کے ممالک کو درپیش خطرات اور دینی اقدار کی سربلندی سے متعلق بہت سے امور پر گفتگو ہوئی۔

پاکستان ایسوسی ایشن کے عہدہ داروں نے بھی الگ عشائیہ کی تقریب بپا کی جس میں متعدد پاکستانی دوستوں نے شرکت کی۔

پاکستان قونصل خانہ جانے کا بھی اتفاق ہوا دوبئی میں پاکستان کے قونصل جنرل چارسدہ کے جناب عبدالوہاب خاں ہیں ان سے ملاقات ہوئی اور پاکستانی باشندوں کو درپیش مسائل پر گفتگو ہوئی۔ دوبئی میں مقیم پاکستانیوں کو اس وقت القصیص کی بستیوں سے ان کے انخلاء کا مسئلہ درپیش ہے۔ یہ بستیاں پاکستان کی کچی بستیوں کی طرز کی ہیں اور پاکستانی باشندوں کے بقول یہاں انہوں نے حکومت دُبئی کی اجازت سے رہائشی کوارٹر تعمیر کئے تھے لیکن اب انہیں متبادل

جگہ فراہم کئے بغیر ان سے یہ کوارٹر خالی کرائے جا رہے ہیں جبکہ رہائش کے لئے جگہ کا حصول وہاں ایک اہم اور لاینحل مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ پر سنجیدہ توجہ کی ضرورت ہے

جناب عبدالوہاب خان نے بعض پاکستانی باسیوں کی ایسی حرکات کی طرف توجہ دلائی جن سے ملک و قوم کی بدنامی ہوتی ہے اور ایسی حرکات نہ صرف متحدہ عرب امارات بلکہ سعودی عرب میں اکثر دیکھنے، سننے میں آئیں۔ چرس کی سمگلنگ، جعلی ویزا، جعلی پاسپورٹ اور دیگر غیر قانونی حرکات میں پاکستانی باشندے ازحد بدنام ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ ایسا کرنے والے چند افراد ہوتے ہیں لیکن بدنامی تو سارے ملک اور قوم کی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں بہت سے واقعات سننے میں آئے جن سے بے حد ندامت اور شرمساری ہوئی حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں ایک لطیفہ بھی سننے میں آیا کہ کسی سوڈانی باشندے نے پاسپورٹ میں تصویر بدلنے کی جعلسازی کی۔ لیکن یوں کہ پہلے سے چسپاں تصویر کے اوپر دوسری تصویر چسپاں کر دی وہ پکڑا گیا اور جب متعلقہ پولیس افسر کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ افسر یہ کاروائی دیکھ کر ہنس پڑا اور کہا کہ کیا تمہارے پڑوس میں کوئی پاکستانی نہیں رہتا؟ کم از کم اس سے جعلسازی کا سلیقہ ہی سیکھ لیا ہوتا!

پاکستانیوں کے بارے میں اس قسم کی باتیں زبان زدِ عام ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ دوسرے ممالک میں خواہ وہ برادر مسلمان ممالک ہی ہوں اپنے وطن اور ہم وطنوں کے بارے میں ایسی باتیں سن کر سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔

اسی سلسلہ میں عبدالوہاب خاں صاحب کی اس تجویز میں خاصی معقولیت نظر آتی ہے کہ پاکستان سے باہر جانے والے افراد کے لئے مقامی سطح پر ہر جگہ ایک مختصر کورس کا اہتمام ہونا چاہئے۔ جس میں اس ملک کے حالات، اخلاقی قدروں، زبان اور دیگر متعلقہ امور کے علاوہ حب الوطنی کے تقاضوں سے بھی انہیں آگاہ کیا جائے۔ اسی طرح شاید مذکورہ بالا صورت حال میں کچھ فرق آ جائے۔

بہرحال یہ مسئلہ سنجیدہ توجہ کا مستحق ہے۔ اس مسئلہ کی سنگینی کا اس بات سے اندازہ کریں کہ مکہ مکرمہ میں ایک صاحب نے ملاقات کے دوران خود اپنے بارے میں بتایا کہ وہ پانچ سال سے سعودی عرب میں اقامہ کے بغیر مقیم ہیں اور دو دفعہ پولیس کی حراست میں آنے کے بعد فرار ہو چکے ہیں اور اچھا خاصا کاروبار کر رہے ہیں اس کے علاوہ اور بھی زیادہ سنگین واقعات کا انکشاف ہوا جن پر حساس اور محب وطن پاکستانی باشندے ازحد پریشان ہیں لیکن بے بس ہیں کچھ کر نہیں سکتے۔

متحدہ عرب امارات میں دُبئی کے علاوہ شارجہ اور جانے کا بھی اتفاق ہوا ابوظہبی کے دوستوں کا شدید اصرار تھا لیکن ۱۳ر جنوری کو جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا لاہور میں اجلاس منعقد ہو رہا تھا اس لئے تین روزہ مختصر ترین حاضری کے بعد ۱۱ر جنوری کو صبح پی، آئی، اے کی فلائٹ کے ذریعہ دُبئی سے راولپنڈی واپس پہنچ گیا۔

مومن دوبار دھوکہ نہیں کھاتا

از قلم ــــــ خورشید احمد گنگوہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ایمان رکھنے والا آدمی ایک ہی سوراخ سے دو بار ڈسا نہیں جاتا۔ (مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الآداب باب الحذر والتانی فی الامور الفصل الاول)

حضور نبی کریمؐ نے اس حدیث پاک میں مومن کی شان نہایت خوبصورت انداز میں بیان فرمائی ہے۔ مومن کے متعلق آپؐ کے ارشاد گرامی کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم یہ جانتے ہوں، مومن کس شخص کو کہتے ہیں؟ آئیے اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعے سمجھیں۔

ایک شخص اس حالت میں اپنے گھر واپس آتا ہے کہ اُسے سخت بھوک لگ رہی ہے اور وہ آتے ہی کھانا طلب کرتا ہے۔ اس کی خواہش کے مطابق اُسے کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس کی طرف لپک کر بڑھتا ہے۔ جلدی سے لقمہ اُٹھا کر منہ کے قریب لے جاتا ہے۔ لیکن اسے اچانک یہ کہہ کر اطلاع دی جاتی ہے۔ ٹھہریئے! اس کھانے میں غلطی سے نمک کی جگہ سنکھیا پڑ گیا ہے۔ یہ شخص اتنا سُنتے ہی لقمہ اپنے منہ سے واپس لے آئے گا۔ بھوک کی سخت تکلیف برداشت کر لے گا۔ لیکن زہریلا اور مہلک کھانا نہیں کھائے گا۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ اس کے کھانے میں ہلاکت ہے۔

خدا کے قوانین پر اس قسم کے یقین کو ایمان کہا جاتا ہے اور اس قسم کے ایمان رکھنے والے کو مومن سمجھا جاتا ہے۔ اس مثال سے واضح ہے کہ ایسا انسان ان تمام نقصانات سے محفوظ رہے گا جو قوانین الٰہی کی خلاف ورزی کرنے سے پہنچتے ہیں۔

قوانین الٰہی پر یقین رکھنے کا مفہوم کیا ہے؟ اسے بھی ایک مثال کے ذریعے سمجھئے۔ اس کائنات میں ہر چیز اپنی ایک خاصیت رکھتی ہے اور یہ خاصیت ہی اس چیز کا قانون ہے۔ مثلاً آگ کی خاصیت جلانا ہے لہٰذا جو شخص اس میں ہاتھ ڈالے گا اس کا ہاتھ جل جائے گا۔ جلانے کے اس عمل کو آگ کا قانون کہتے ہیں۔ اور اس قانون کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے بہت سے قانون بنائے ہوئے ہیں۔ جن کی خلاف ورزی سے انسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور جن کے مطابق زندگی بسر کرنے سے امن حاصل ہوتا ہے یعنی ایمان کا لازمی نتیجہ امن ہوتا ہے اور مومن کا مقصد زندگی فساد کی ہر قسم کو مٹا کر قیام امن کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔

لہٰذا ہمارے سامنے یہ حقیقت ابھری اور نکھری کہ مومن وہ ہے جسے خدا کے اُس قانون کی محکمیت پر پورا پورا یقین ہو جو کائنات میں کار فرما ہے اور اُس قانون پر بھی جو انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے وحی کے ذریعے انسانی راہ نمائی کے لیے ملا۔

قرآن حکیم کے نزدیک کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ تو مانتے ہیں کہ کائنات کو خدا نے بنایا ہے اور اس کا قانون اس میں کار فرما ہے لیکن اپنی زندگی میں قرآن وسنت کی راہ نمائی

کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کو قرآن حکیم مومن تصور نہیں کرتا۔ اس لیے کہ مومن کے معنیٰ صرف یہی نہیں کہ وہ خدا کی ہستی پر ایمان رکھتا ہو۔ مومن وہ ہے جو قرآن کریم کے پیش فرمودہ نظام کے تحت زندگی بسر کرے۔

اس حدیث میں ایک مردِ مومن کی ایسی ہی فراست کو ایک مثال کے ذریعے ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ جس طرح ایک بل سے کسی کو سانپ ڈس لے تو وہ ہوشمند انسان پھر کبھی اس بل میں ہاتھ نہیں ڈالے گا۔ اسی طرح اگر کسی بندۂ مومن سے ایک بار برائی سرزد ہو جائے تو وہ اس سے توبہ کرتا ہے اور دوبارہ اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔ اسی شخص کو ایمان والا کہا جاتا ہے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر مجاہدین اسلام نے ایک ایسے منہ پھٹ شاعر کو گرفتار کیا جو شب و روز حضرت رحمۃ اللعالمینؐ کی ہجو کرتا رہتا تھا اور اسلام کی مخالفت پر کمربستہ تھا۔ آپ نے اسے اس برائی سے اجتناب کی نصیحت فرماتے ہوئے آزاد کر دیا۔ اور اس سے عہد لیا کہ وہ آئندہ دین حق کی مخالفت نہ کرے گا اور آپؐ کی یا کسی دوسرے مسلمان کی بُرائی میں شعر نہ کہے گا۔ اس نے وعدہ کر لیا اور رہائی پا کر جہاں کا تھا وہاں چلا گیا۔ لیکن بہت جلد وہ اپنے قول و اقرار سے پھر گیا اور اس نے پہلے کی طرح اسلام کی مخالفت اور آپؐ کی ہجو شروع کر دی۔ اُحد کی لڑائی میں پھر اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اب وہ آپ کی منت خوشامد کرنے لگا کہ آپ بڑے مہربان اور بردبار ہیں۔ آخری بار مجھ سے عفو و درگذر فرمائیں تو میں آئندہ مسلمانوں کو نہ ستاؤں گا۔ اس وقت بھی آپؐ نے یہی ارشاد فرمایا کہ یہ نادانوں کا شیوہ ہے کہ گناہ کو بُری چیز نہیں سمجھتے اور اسے تکرار سے کرتے رہتے ہیں۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ برائی کو بُرائی کو بُرائی سمجھتا ہے اور بار بار اس کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہ سے نفرت عطا فرمائے اور شاہراہ نیکی پر گامزن رکھے۔ آمین

بقیہ: دعا۔ تقدیر کے پس منظر میں

قتل کے مزم کو تعزیرات پاکستان کی رُو سے دفعہ ۳۰۲ کے تحت جج ضرور پھانسی کی سزا دیتا ہے جو قاتل کی تقدیر ہے جج بھی مجبور ہے۔ طے شدہ قانون کے تحت سزا ناگزیر ہے۔ خداوند تعالیٰ کے معاملہ میں اس طرح کوئی قدغن نہیں ہے۔ تقدیر بھی اس نے ہی بنائی ہے اور لطف یہ ہے کہ دعا کا سننے والا بھی وہی ہے اور کہا بھی ہے کہ دعا کرو پھر اجتناب کیوں؟ ذرا سوچو تو سہی اگر تقدیر ہی بنا کر ہماری قسمتوں کے فیصلے محدود کرنے تھے تو کیوں کھلم کھلا الفاظ میں کہتا کہ میری عبادت کرو، مجھ سے مانگو۔ میں بخشنے والا ہوں۔ میں درگذر کرنے والا ہوں۔ پس غور کرو تو عیاں ہو جائے گا کہ باری تعالیٰ بلاشبہ بندوں کی فریاد سنتا ہے اور فیصلہ بدل دینے پر قادر ہے دیکھیے سورۃ یوسف آیت ۲۱

"وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے حکموں پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس متاع گراں مایہ کا کون قدر دان ہے اور اس سے مستفیض ہونیکا حقدار ثابت کرنے کی کون سعی کرتا ہے۔

بچوں کا صفحہ

عفت صائمہ منصور
کرشن نگر، لاہور

بُری صحبت سے اجتناب

بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں بھی آپ لوگوں کی طرح ابتدائی جماعت میں پڑھتی ہوں اور یہ بھی خوش قسمتی کہ پہلی دفعہ مضمون لکھ رہی ہوں۔ میرے مضمون کا عنوان ہے "بری صحبت سے اجتناب"

بھائیو اگر آپ ہمارے پیارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی زندگی پر نظر دوڑائیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ ہمیشہ دوسرے بچوں سے بُرے کھیلوں میں الگ رہتے تھے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اتقوا من مواضع التھم معنی یہ ہے کہ تم تہمت کی جگھوں سے بچو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ بری صحبتوں سے بچو کیونکہ جب تم بُری صحبتوں میں جاؤ گے تو تمہارے اوپر بھی تہمت لگے گی اور تم بھی (باوجود اس کے کہ نیک ہو) بُرے لوگوں میں شمار کیے جاؤ گے۔ والدین ہمیشہ ہمیں اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ اسکول میں بُرے بچوں کے ساتھ نہ بیٹھا کرو کیونکہ بُری صحبت دوسروں میں بہت جلد اثر کرتی ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں حضرت نوح علیہ السلام کا فرزند کنعان جو کہ ایک نبی کا فرزند تھا بُرے لوگوں کی صحبت میں رہ کر ایسا بُرا ہُوا کہ دوزخ اس کا ٹھکانہ بنا قرآن نے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ جب طوفان نوح آیا اور ہر چیز غرق ہونے لگی تو حضرت نوح ع نے فرمایا اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی پر سوار ہو جاؤ (لیکن وہ تو بُروں کی صحبت میں رہ کر بگڑ چکا تھا) کہنے لگا جب طوفان میرے نزدیک آئے گا تو میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ حضرت نوح ع اور ان کے بیٹے کے درمیان یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں موج آئی اور کنعان کو بہا لے گئی۔ اور ایک اصحاب کہف کا کُتا تھا کہ وہ اچھوں کی صحبت میں رہ کر اچھے اوصاف کا مالک بنا میں نے ایک قصہ کتاب میں پڑھا تھا۔ اس کا ذکر کرتی ہوں بہر حال وہ ہمارے لیے ایک مستقل سبق کی حیثیت رکھتا ہے۔ منیر نام کا ایک لڑکا بڑا نیک اور با اخلاق تھا۔ اتفاق سے وہ بُرے لڑکوں کی صحبت میں بیٹھنے لگا۔ جب اس کے باپ کو معلوم ہوا تو اس نے منیر کو بہت سمجھایا۔ منیر نے کہا ابا جان یہ کیسے ممکن ہے۔ اگر میں اچھا ہوں تو ان کے پاس رہ کر بُرا کیسے ہو سکتا ہوں باپ خاموش رہا شام کو بازار سے آم لے آیا ان میں ایک آم خراب تھا اور باقی آم اچھے تھے اس نے منیر کو بلایا اور اس کے سامنے گلا ہوا آم بھی ان میں رکھ کر

(باقی ۷ پر)

> بچو یہ کالم آپ کا ہی ہے آپ اچھے مضامین اور سبق آموز کہانیاں لکھ کر ہمیں بھیجیں اگر قابل اشاعت ہوئیں تو ہم اسے ضرور شائع کریں گے۔ (ادارہ)

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

خونی بواسیر

س: میرے والد صاحب کی عمر ساٹھ برس ہے۔ انہیں تین سال سے خونی بواسیر کی شکایت ہو گئی ہے کوئی نسخہ بتائیے؟

(ممتاز احمد بڈانی ضلع مظفر گڑھ)

ج: مغز تخم کرنجوہ ۵ تولہ طباشیر اصلی ۶ ماشہ، دانہ الائچی خورد ۶ ماشہ۔ تینوں دوائیں خوب باریک پیس کر ملائیں اور چنے کے دانے کے برابر گولیاں بنا لیں۔

روزانہ صبح سویرے ایک ماشہ گولیاں پانی سے کھا لیں اور چھٹانک بھر سوجی کا دیسی گھی کا حلوہ کھائیں اور دو گھنٹے تک پانی نہ پیئیں۔

بالوں کا گرنا

س: میں نویں جماعت کا طالب علم ہوں میرے سر سے بال اترنا شروع ہو گئے ہیں مجھے کوئی آسان نسخہ بتائیں۔

(نام نہیں لکھا)

سردرد، پیٹ درد

س: راقم اس سے پہلے بھی آپ کے طبی مشورے سے مستفید ہو چکا ہے۔ اب مزید مشورہ اپنے لئے درکار ہے۔ بندہ جب پڑھتا ہے سردرد شروع ہو جاتا ہے۔ چکر آنے لگتے ہیں اور آنکھوں کے سامنے تارے گھومتے ہیں۔ سر میں خشکی بھی رہتی ہے۔ حافظہ کمزور ہے صبح سویرے آنتوں میں درد محسوس ہوتا ہے کوئی آسان علاج بتائیں۔

(عبداللطیف، اسلام آباد)

ج۔ آپ سونف سبز $4\frac{1}{2}$ ماشہ صبح دوپہر شام کھانے کے بعد چبا کر کھایا کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس آسان نسخے سے بہت سی مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ لیکن مستقل مزاجی سے متواتر استعمال کریں۔

تبخیر معدہ

س: میری عمر چالیس برس ہے۔ عرصہ دراز سے تبخیر معدہ کا مریض ہوں۔ قبض بھی رہتی ہے۔ منہ بھی جلتا ہے۔ کافی علاج کرائے افاقہ نہیں ہُوا۔

(نور محمد، جھنگ شہر)

ج۔ آپ روزانہ رات سوتے وقت گلقند آفتابی خانہ ساز ۵ تولہ پاؤ بھر دودھ میں ملا کر کھائیں اور جوارش کمونی $3\frac{1}{2}$ ماشہ صبح دوپہر شام بعد طعام کھائیں۔ انشاء اللہ شفا ہو گی۔